خالد علوی
لیکچرار پنجاب یونیورسٹی

حضورِ اکرمؐ بطورِ تاجر

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی ہمہ گیر شخصیت کے جس پہلو کا تذکرہ ہم اب کر رہے ہیں وہ اس لیے بہت اہم ہے کہ اس کا تعلق ہماری مادّی جدوجہد سے ہے ۔ انسان کی جسمانی ضروریات کا پیہم تقاضا ہوتا ہے کہ ان کی تسکین کے لیے تگ و دو کی جائے ، اور انسان ہوش سنبھالتے ہی جسم و جان کے رشتے کو برقرار رکھنے کے لیے مصروفِ عمل ہو جاتا ہے ۔ انسان کی غیر ترقی یافتہ زندگی سے لیکر متمدن دور کی رنگینیوں تک بنیادی ضروریات کی تسکین ایک اہم انسانی مسئلہ رہا ہے ۔ یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ انسان کا اوّلین مسئلہ ہے ۔ تہذیب ، شرافت ، شائستگی ، روحانیت سب کا تعلق انسان کی زندگی سے ہے اور زندگی کا دار و مدار اس کی خوراک و غذا اور رہن سہن پر ہے ۔ انسان نے اس اوّلین مسئلے کو حل کرنے کے لیے زراعت ، تجارت ، مزدوری اور پھر ملازمت وغیرہ کے طریقے اختیار کیے ۔ ہمارے رسولؐ نے اپنی پیغمبرانہ زندگی سے پہلے عملی جدوجہد میں جس پیشے کو اختیار کیا وہ تجارت تھی ۔ مکہ تجارت کی منڈی تھی ۔ یہاں سے سامان مختلف علاقوں میں جاتا تھا ۔ قریش کے کاروانِ تجارت گرمیوں اور سردیوں میں محوِ خرام ہوتے تھے ۔ قرآن پاک نے مکیوں کی اس کیفیت کا ذکر کیا ہے :

لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ۝ اِیْلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ ۝ فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِ ۝ الَّذِیْۤ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّ اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝[1]

اس واسطے کہ ہلا رکھا قریش کو ہلا رکھنا ان کو کوچ سے جاڑے اور گرمی کے تو چاہیے کہ بندگی کریں اس گھر کے رب کی ، جس نے ان کو کھانا دیا بھوک میں اور امن دیا ڈر میں

تجارت انسانی معاشرت کے ابتدائی مراحل میں بھی نظر آتی ہے ۔ خواہ اس کی حیثیت صرف تبادلۂ اشیاء کی ہو :

---

[1] القریش ۱ : ۴

NEVERTHELESS TRADE, A REGULAR SERIES OF ACTS OF EXCHANGE, IS A DISTINCT FEATURE IN THE LIFE OF PRIMITIVE PEOPLE, EVEN THE LOWEST, WHO LIVE BY HUNTING AND COLLECTING FOREST PRODUCTS. THE PRINCIPLE OF RECIPROCAL TRANSFER OF GOODS, OF GIVING AND TAKING SEEMS, IN FACT, TO BE DEEP-ROOTED IN HUMAN NATURE-[۲]

حضورؐ کے عہد تک تو تجارت مختلف مراحل طے کر کے انسانی معاشرت میں اہم مقام حاصل کر چکی تھی۔ آپؐ نے تجارت کو بطورِ پیشہ کیوں اپنایا؟ اس کے دو سبب ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ مکّہ کے شرفاء کا یہی پیشہ تھا اور آپ کے خاندان و قبیلہ کے لوگ اسی پیشہ میں تھے۔ اس لیے آپ کو اسی طرف رجحان ہوا۔ دوسرے یہ کہ آپ کے طبعی اور ذاتی میلانات نے آپ کو ادھر متوجہ کیا۔ اگرچہ تاجر کے طور پر آپؐ نے بہت زیادہ وقت نہیں گزارا، تاہم قبل از نبوت کی زندگی میں آپؐ کی تاجرانہ مشغولیتیں بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ آپؐ کی اس حیثیت پر بحث کرتے ہوتے دو پہلو خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ایک یہ کہ بطورِ تاجر آپ کی مصروفیتوں کا ذکر کیا جائے۔ اور دوسرے وہ اصلاحات جو اس میدان میں آپؐ نے کی ہیں، بیان کی جائیں۔

<u>بطورِ تاجر</u> پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ آپؐ کے خاندان کے لوگ اسی پیشے میں تھے۔ دراصل عرب اور خصوصاً قریش (بنو اسماعیل) ظہورِ اسلام سے ہزاروں برس پیشتر تجارت پیشہ تھے[۳]۔ آنحضرت کے جدِ اعلیٰ ہاشم نے قبائلِ عرب سے معاہدے کر کے اس خاندانی اکتساب کو اور زیادہ مستحکم اور باقاعدہ کر دیا تھا[۴]۔ حضورؐ کے چچا ابو طالب بھی تاجر تھے اور آپؐ نے بچپن میں ان کے ساتھ بعض تجارتی سفر کیے تھے[۵]۔ اس لیے جب آپؐ کو معاش کی فکر ہوئی تو آپؐ نے یہی شغل اختیار فرمایا۔ آپ نے متعدد تجارتی سفر بھی اختیار کیے[۶] جن میں شام، بصرہ اور یمن کے سفر مشہور ہیں۔ عرب میں مختلف مقامات پر جو بازار قائم تھے حباشہ کا ذکر ابن سید الناس نے کیا ہے[۷]۔ اسی طرح جرش جو یمن میں ہے، کے سفر کا بھی پتہ چلتا ہے[۸]

---

[۲] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا۔ ج ۲ ص ۳۴۵ [۳] تورات، تکوین قصہ یوسف [۴] روض الانف ج ۱ ص ۵۴ [۵] ایضاً ص ۱۱۸

[۶] زرقانی شرح مواہب لدنیہ ج ۱ ص ۱۹۹، طبقات ابن سعد، ج ۱ ص ۸۲ [۷] نور النبراس شرح ابن سید الناس، بحوالہ سیرۃ النبی ج ۱ ص ، [۸] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۸۲، کتاب معرفۃ الصحابہ ترجمہ خدیجہ۔

نے مستدرک میں لکھا ہے۔ اور علامہ ذہبیؒ نے بھی تصدیق کی کہ جرش میں آپ دو دفعہ تشریف لے گئے اور ہر دفعہ حضرت خدیجہؓ نے معاوضہ میں اونٹ دیا۔ عرب میں رواج تھا کہ شراکت پر تجارتی کاروبار ہوتا تھا۔ نبی اکرمؐ کی شہرت کے پیشِ نظر حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کو باہر کے اسفار کے لیے تیار کیا۔ حدیث و سیرت کی کتابوں میں ان سفروں کی تفصیلات موجود ہیں۔[9] آپؐ نے بطورِ تاجر اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک کام کیا۔ شراکت بھی کی، اور مختلف لوگوں سے کاروباری معاملات بھی ہوئے۔[10] آپؐ نے بہترین انسانی کردار کا مظاہرہ کیا۔ آنحضرتؐ کے شرکائے تجارت کی شہادتوں سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کس دیانتداری اور راستبازی سے اس کام کو انجام دیتے تھے۔

بقول علامہ شبلیؒ "تاجر کے محاسنِ اخلاق میں سب سے زیادہ نادر مثال ایفائے عہد اور اتمامِ وعدہ کی ہو سکتی ہے۔ لیکن منصبِ نبوّت سے پہلے مکّہ کا تاجرِ امین اس اخلاقی نظیر کا بہترین نمونہ تھا۔"[11] حدیث کی کتابوں میں مذکور مثالوں سے آپ کی ان صفات کا پتہ چلتا ہے۔

عن عبد اللہ بن ابی الحمساء قال بایعت النبیؐ قبل ان یبعث وبقیت لہ بقیة فوعدتہ ان اٰتیہ بھا فی مکانہ فنسیتُ فذکرت بعد ثلاث فاذا ھو فی مکانہٖ فقال لقد شققت علیّ انا ھٰھنا منذ ثلاث انتظرک۔[12]

حضرت عبداللہ بن ابی الحمساء بیان کرتے ہیں کہ بعثت سے پہلے میں نے آنحضرتؐ سے خرید و فروخت کا کوئی معاملہ کیا تھا، کچھ معاملہ ہو چکا تھا، کچھ باقی تھا، میں نے وعدہ کیا کہ پھر آؤں گا۔ اتفاق سے تین دن تک مجھ کو اپنا وعدہ یاد نہ آیا۔ تیسرے دن جب وعدہ گاہ پر پہنچا تو آنحضرتؐ کو اسی جگہ منتظر پایا، لیکن اس خلافِ وعدہ سے آپ کی پیشانی پر بل تک نہ آیا، صرف اس قدر فرمایا کہ تم نے مجھے زحمت دی، میں اسی مقام پر تین دن سے موجود ہوں۔

کاروبارِ تجارت میں ہمیشہ اپنا معاملہ صاف رکھتے تھے، نبوّت سے پہلے جن لوگوں سے تجارت میں آپؐ کا سابقہ تھا وہ بھی اس کی شہادت دیتے ہیں۔ سائب نامی ایک صحابی جب مسلمان ہو کر خدمتِ اقدس میں حاضر

---

۹ روض الانف، ج ۱ ص ۱۱۸، طبقات ابن سعد، ج ۱ ص ۱۳۵، مواہب لدنیہ، ج ۱ ص ۱۹۷-۱۹۸۔ ۱۰ ایضاً
۱۱ سیرۃ النبیؐ، ج ۱ ص ۱۸۶۔ ۱۲ سنن ابی داؤد، ج ۴، کتاب الادب، باب فی الوعد ص ۱۷۲

ہوئے تو لوگوں نے ان کی تعریف کی۔ آپؐ نے فرمایا:

إِنِّي أَعْلَمُكُمْ يعني به فقلت صدقت بأبي أنت وأمي كنتَ شريكي فنعم الشريك كنت لا تداري ولا تماري[۱۳]

میں ان کو تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ سائبؓ نے کہا آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، آپ میرے شریکِ تجارت تھے۔ کتنے اچھے شریک تھے۔ نہ کھینچا تانی کرتے اور نہ جھگڑا کرتے

قیسؓ بن سائب مخزومی ایک اور صحابی بھی آپ کے شریکِ تجارت تھے۔ وہ بھی انہی الفاظ کے ساتھ آپ کے حُسنِ معاملہ کی شہادت دیتے ہیں[۱۴]۔ تجارت اور دیگر معاملات میں آپ کی دیانت اور امانت ایک مُسلّمہ امر تھی۔ چنانچہ حجرِ اسود کے مسئلہ پر حضورؐ کو دیکھتے ہی جو آواز اٹھی وہ "الصادق الامین" کی تھی[۱۵]۔ حسنِ معاملہ، صداقت و امانت، ایفائے عہد کے متعلق کچھ مزید باتیں سنیے:

امام بخاریؒ نے کتاب الادب میں ایک باب باندھا ہے جس کا عنوان ہے "حسن العهد من الايمان"[۱۶]۔ حافظ ابن حجرؒ نے بیہقی کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ ایک بڑھیا رسولؐ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپؐ نے اس سے کہا تم کیسی رہیں؟ تمہارا کیا حال ہے؟ ہمارے بعد تمہارا کیا حال رہا؟ اس نے کہا اچھا حال رہا۔ جب وہ چلی گئی تو حضرت عائشہؓ نے کہا آپؐ نے اس بڑھیا کی طرف اس قدر توجہ فرمائی؟ فرمایا عائشہ! یہ خدیجہؓ کے زمانے میں ہمارے یہاں آیا کرتی تھی اور حسنِ عہد ایمان سے ہے۔ یعنی اپنے ملنے جلنے والوں سے حسبِ توقع یکساں سلوک رکھنا ایمان کی نشانی ہے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ اپنے ہر خطبہ میں فرمایا کرتے تھے:

لَا دِيْنَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهُ[۱۷] "جس میں عہد نہیں اس میں ایمان نہیں"

آپ کی اس خصوصیت کا دشمن بھی اعتراف کرتے تھے۔ چنانچہ قیصر نے اپنے دربار میں ابوسفیان سے جو سوالات کیے ان میں ایک یہ بھی تھا کہ کبھی محمدؐ نے بدعہدی بھی کی ہے؟ ابوسفیان کو مجبوراً یہ جواب دینا پڑا کہ نہیں[۱۹]۔ وحشی جنہوں نے حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا، اسلام کے ڈر سے شہر بہ شہر پھرا

---

[۱۳] ایضاً باب فی کراہیۃ المراء [۱۴] الاسابہ، ج ۵ ص ۳۵۳، ترجمہ قیس بن سائب۔ [۱۵] طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۴۶، ابن ہشام، ج ۱ ص ۲۰۹۔ [۱۶] بخاری کتاب الادب باب حسن العهد من الايمان، ج ۸ ص ۱۰ [۱۷] مشکوٰۃ کتاب الایمان ج ۱ ص ۱۷، مسند احمد حدیث، ۱۳۵، ۱۵۴، ۲۱۰، ۲۵۱ [۱۹] بخاری، باب بدء الوحی، ج ۱ ص ۵

کرتے تھے۔ اہلِ طائف نے مدینہ بھیجنے کے لیے جو وفد مرتب کیا اس میں ان کا نام بھی تھا لیکن ان کو ڈر تھا کہ کہیں ان سے انتقام نہ لیا جائے، خود دشمنوں نے ان کو یقین دلایا کہ تم بے خوف وخطر جاؤ، محمد سفراء کو قتل نہیں کرتے، چنانچہ وہ اس اعتماد پر دربارِ نبوت میں حاضر ہوئے اور اسلام لائے۔[۱۹]

ابو رافع ایک غلام تھے، حالتِ کفر میں قریش کی طرف سے سفیر بن کر مدینہ منورہ آئے۔ حضورؐ کے چہرۂ انور کو دیکھا تو اسلام کی صداقت کا یقین ہو گیا۔ عرض کیا اب میں کافروں میں نہیں جاؤں گا۔ آپؐ نے فرمایا میں عہد شکنی نہیں کرتا اور نہ قاصدوں کو اپنے پاس روک سکتا ہوں تم واپس جاؤ۔ اگر دل کی یہی کیفیت رہے تو واپس آجانا۔ چنانچہ وہ بحالتِ اسلام واپس آئے۔[۲۰]

صداقت | یہی حال آپ کی صداقت اور راست گفتاری کا ہے۔ ابوجہل کہا کرتا تھا محمدؐ میں تم کو جھوٹا نہیں کہتا، البتہ جو کہتے ہو ان کو صحیح نہیں سمجھتا۔ قرآن مجید کی یہ آیت اسی موقع پر نازل ہوئی۔[۲۱]

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَیَحْزُنُكَ الَّذِیْ یَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا یُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ[۲۲]

ہم جانتے ہیں کہ اے پیغمبر ان کافروں کی باتیں تم کو غمگین کرتی ہیں کیونکہ تجھ کو نہیں جھٹلاتے۔ البتہ یہ ظالم اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔

جب آپؐ نے پہلی دعوت دی تو آپؐ نے ایک پہاڑ پر چڑھ کر پکارا یا معشر قریش! جب سب لوگ جمع ہو گئے تو فرمایا کہ میں تم سے کہوں کہ پہاڑ کے عقب سے ایک لشکر آرہا ہے تو تم کو یقین آئے گا؟ سب نے کہا ہاں! کیونکہ ہم نے تم کو کبھی جھوٹ بولتے نہیں دیکھا۔[۲۳] اسی طرح قیصر روم کے سامنے ابوسفیان نے اعتراف کیا تھا کہ نبی نے کبھی کذب کا ارتکاب نہیں کیا۔[۲۴] حسنِ معاملہ کی دو مثالیں پہلے گزر چکی ہیں مدنی زندگی کے کئی ایک واقعات ہیں جن سے آپ کے حسنِ معاملہ پر روشنی پڑتی ہے۔ مثلاً ایک دفعہ مدینہ منورہ کے باہر ایک مختصر سا قافلہ آکر فروکش ہوا تھا۔ ایک سرخ رنگ کا اونٹ اس کے ساتھ تھا۔ اتفاقاً آپؐ ادھر سے گزرے تو آپؐ نے اونٹ کی قیمت پوچھی، لوگوں نے قیمت بتائی۔ بے مول تول کیے آنحضرتؐ نے وہی قیمت منظور کر لی اور اونٹ کی مہار پکڑ کر شہر کی طرف روانہ ہو گئے۔ بعد میں لوگوں

---

۱۹ بخاری غزوۂ احد ج ۲ ص ۱۲۰ ۲۰ ابن ہشام ۲۱ جامع ترمذی تفسیر سورۂ انعام۔
۲۲ الانعام ۲۳ بخاری تفسیر سورۂ تبت ج ۲ ص ... ۲۴ بخاری باب بدء الوحی ج ۱ ص ۵

کو خیال آیا کہ بے جان پہچان ہم نے جانور کیوں حوالہ کر دیا۔ سب پشیمان تھے۔ قافلے کے ساتھ ایک خاتون بھی تھی۔ اس نے کہا مطمئن رہو، ہم نے کسی شخص کا چہرہ ایسا روشن نہیں دیکھا، یعنی ایسا شخص دغا نہیں کرے گا۔ رات ہوئی تو آپ نے ان کے لیے کھانا اور قیمت بھر کھجوریں بھجوا دیں[۲۵]۔

قرض انسانی اور کاروباری زندگی کی ایک اہم ضرورت ہے۔ کم ہی ایسے لوگ ہوتے ہیں جنہیں اس سے واسطہ نہ پڑا ہو۔ بلاشبہ یہ ایک مصیبت ہے اور حضور نے اس سے پناہ مانگی۔ حضور کا ارشاد ہے:

فقال ان الرجل اذا غرم حدث فکذب ووعد فاخلف[۲۶]

کہ آدمی جب مقروض ہوتا ہے، بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ کرتا ہے تو خلاف ورزی کرتا ہے۔

قرض کی صورت میں حسن معاملہ اور حسنِ ادا ایک اخلاقی قدر ہے۔ نبیؐ کے بیشمار واقعات ہیں جن میں سے صرف دو کا ذکر کرتا ہوں۔ ایک دفعہ آپ نے کسی سے اونٹ قرض لیا، جب واپس کیا تو اس سے بہتر اونٹ واپس کیا اور فرمایا سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو قرض کو خوش معاملگی سے ادا کرتے ہیں[۲۷]۔ ایک دفعہ کسی شخص سے ایک پیالہ مستعار لیا۔ سوءِ اتفاق سے وہ گم ہو گیا تو اس کا تاوان ادا فرمایا[۲۸]۔ آپؐ نے ایفائے عہد، صداقت و دیانت اور حسنِ معاملہ کی ایک ہلکی سی جھلک دیکھ لی۔ اب ایک اور امر کی طرف بھی توجہ فرمائیں۔ تجارت حصولِ دولت کا بہترین ذریعہ ہے، دولت و تموّل سے بخل اور زر پرستی کا پیدا ہونا قدرتی امر ہے۔ لیکن یہ حیران کُن بات ہے کہ نبوت سے پہلے بھی اور بعد بھی آپ کے ہاں حُبِ زر کے نشانات بھی نہیں ملتے۔ عموماً فرمایا کرتے تھے۔ مَیں تین دن سے زیادہ اپنے پاس ایک دینار بھی رکھنا پسند نہیں کرتا، بجز اس دینار کے جس کو قرض ادا کرنے کے انتظار میں اپنے پاس رکھ چھوڑتا ہوں[۲۹]۔ مکے میں آپؐ کے پاس جو دولت ہوتی وہ غریبوں، یتیموں، بیواؤں اور بےکسوں پر خرچ ہوتی۔ حضرت ابوطالب نے آپ کے اسی کردار کا ذکر کیا ہے:۔

وابیض یُستسقی الغمامُ بوجھہٖ ثمال الیتامیٰ عصمۃ للارامل

---

[۲۵] دارقطنی، ج ۲ ص ۳۰۸۔ کتاب البیوع [۲۶] مشکوٰۃ المصابیح باب الدعاء فی التشہد ص ۲۹۷ [۲۷] ترمذی، باب استقراض البعیر ص ۲۲۵ [۲۸] ترمذی ابواب الکلام ص ۲۳۱ [۲۹] بخاری، کتاب الاستقراض ج ۱ ص ۳۲۱

دولت اگر انسانی فلاح کے لیے خرچ کی جائے تو نعمت ہے لیکن اگر ذخیرہ اندوزی کی جائے تو اس سے بڑی لعنت کوئی نہیں ہے۔ آپؐ کا حلف الفضول میں شریک ہونا اس سبب سے تھا کہ انسانی بہتری کے لیے کچھ کر سکیں[۳۰]۔

اصلاحات | نبوّت سے پہلے آپؐ نے ایک تاجر کی حیثیت سے اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا تھا اور بہت جلد اس میں بلند مقام حاصل کر لیا تھا۔ مشیتِ ایزدی نے آپؐ سے اور کام لینا تھا اس لیے آپؐ کو پیغمبرانہ فرائض انجام دینے کے لیے منتخب کیا گیا۔ یہ ایک ہمہ وقتی کام تھا۔ اس کے ساتھ کاروباری معاملات نہیں چل سکتے تھے۔ آپؐ نے تجارت بطورِ پیشہ ترک کر دی اور اسلامی تحریک کے لیے ہمہ وقتی کارکن کی حیثیت سے کام شروع کیا۔ تقریباً تیرہ چودہ برس کی جدوجہد کے بعد آپؐ ایک شہری ریاست بنانے میں کامیاب ہو گئے[۳۱]۔ یہ ایک سنگِ بنیاد تھا۔ اور پھر وہ مرحلہ آیا جب سارا جزیرہ عرب آپؐ کے قدموں کے نیچے تھا اور آپؐ حجۃ الوداع کے موقع پر یہ اعلان فرما رہے تھے کہ جاہلیت میرے قدموں کے نیچے ہے[۳۲]۔ اسلامی معاشرے میں اب ہر طرح کا کاروبار ہونے لگا تھا۔ مسلمان تاجروں نے تجارت کا کام سنبھالا، زراعت کا شعبہ بھی تھا، تعلیم و تعلم اور فوجی، عدالتی اور انتظامی نوعیت کے سب کام تھے۔ رسولِ اکرمؐ نے زندگی کے ان تمام شعبوں کے بارے میں ہدایات دیں۔ تجارت کی طرف آپؐ نے خصوصی توجہ فرمائی، کیونکہ اسے بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ قرآن و سنّت نے بار بار تجارت کی ترغیب دی اور اس کے فضائل بیان کیے۔

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِى الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ[۳۳]	جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کے فضل و رزق کو تلاش کرو۔
وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ[۳۴]	اپنے اموال کو آپس میں باطل کی راہ سے نہ کھاؤ بلکہ باہمی رضامندی کے ساتھ تجارت کی راہ سے نفع حاصل کرو۔
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ[۳۵]	اے ایمان والو خرچ کرو ان چیزوں میں سے جو تم نے کمائی ہیں۔

---

۳۰ ابن سعد، ج ۱ ص ۱۲۰، ۱۲۱ ۳۱ ص ۲۳۸-۲۴۲ ۳۲ ۱۷۲ ۳۳ الجمعہ: ۱۰ ۳۴ النساء: ۲۹ ۳۵ البقرہ: ۲۶۷

عن أبی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدّیقین والشُّہداء[۳۶]

ابوسعید کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا سچّا اور امین تاجر نبیوں، صدّیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔

عن المقدام بن معدیکرب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ما اکل احدٌ طعاماً قط خیراً من ان یاکل من عمل یدیہ وان نبی اللہ داؤد کان یاکل من عمل یدیہ[۳۷]

حضرت مقدام بن معدیکرب کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا کسی شخص نے کبھی ایسا کھانا نہیں کھایا جو اس کھانے سے بہتر ہو جو ہاتھ کی محنت سے حاصل ہوا اور خدا کے نبی داؤدؑ ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔

عن عبید بن رفاعہ عن ابیہ قال التجار یحشرون یوم القیامۃ فجاراً الا من اتقی و بر و صدق[۳۸]

عبید بن رفاعہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا قیامت کے دن فاسق و فاجر اٹھیں گے۔ الا یہ کہ انھوں نے تقوی، بھلائی اور سچائی سے کاروبار کیا ہو۔

ان نصوص سے تجارت کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے لیکن عرب معاشرے میں بالخصوص اور پوری دنیا میں بالعموم غلط طرزِ عمل نے تجارت میں راہ پالی تھی اور بعض مفاسد کی وجہ سے تجارت استحصال کا ایک ذریعہ بن گئی تھی۔ رسولِ اکرمؐ نے تجارت کے ضمن میں ایسے اصول و ضوابط دیئے اور اس طرح کی اصلاحات تجویز فرمائیں کہ تجارت معاشرے کے لیے نفع بخش و فیض رساں بن جائے۔

آپؐ کی چند ایک اصلاحات کا ذکر کرتے ہیں مثلاً

۱۔ دھوکہ و خیانت نہ ہو۔ آپؐ کے واضح ارشادات ہیں کہ تجارت میں دھوکا، خیانت اور ضرر و نقصان کا دخل نہیں ہونا چاہیے۔

قال رسول اللہ افضل الکسب بیع مبرور و عمل الرجل بیدہٖ[۳۹]

رسول اللہ نے فرمایا، بہترین کاروبار عمدہ تجارت اور اپنے ہاتھ کا کام ہے

قال رسول اللہ لاضرر ولا ضرار[۴۰]

رسول اللہ نے فرمایا نہ نقصان اٹھانا اور نہ نقصان پہنچانا۔

۳۶؎ مشکوٰۃ المصابیح۔ کتاب البیوع ص۲۴۳ مطبوعہ کانپور ۳۷؎ ایضاً ۳۸؎ ایضاً ۳۹؎ مسند احمد و طبرانی بحوالہ الفقہ علی المذاہب الاربعہ، ج ۲ ص۱۵۲ ۴۰؎ ایضاً

فقہاء نے بیع مبرور کو ایک ایسا معاملہ کہا ہے جس میں جانبین ایک دوسرے کے ساتھ تعاون و بھلائی کا طریقہ اختیار کریں اور اس میں دھوکہ، خیانت اور خدا کی معصیت نہ ہو۔[۴۱]

۲۔ بیع فاسد۔ تجارت کے کچھ ایسے طریقے بھی ہیں جو اسے غیر اسلامی اور غیر انسانی بنا دیتے ہیں شریعت کی اصطلاح میں اسے بیع فاسد کا نام دیا گیا ہے۔ تجارت میں جھوٹ، ناپ تول کی کمی بیشی، دھوکہ و فریب سود، بد دیانتی، ذخیرہ اندوزی، نفع خوری وغیرہ کے تمام عناصر کو ناپاک قرار دیا اور مسلمانوں کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی تجارت کو ان امور سے پاک رکھیں حضورؐ کے ارشادات سے واضح ہوتا ہے کہ تجارت کی راستی اور پاکیزگی کی طرف آپ خصوصی توجہ فرماتے۔ باوجودیکہ آپؐ کے نزدیک بازار اچھی جگہ نہ تھی[۴۲] لیکن آپ تشریف لے جاتے اور غلّے اور دیگر مال کا معاینہ فرماتے تاکہ مسلمانوں کی مارکیٹ میں دھوکہ بازی اور بددیانتی نہ ہو آپؐ نے جھوٹی قسموں سے منع فرمایا۔

عن ابی قتادۃ قال قال رسول اللہ ایاکم وکثرۃ الحلف فی البیع فانہ ینفق ثم یمحق۔[۴۳] (رواہ مسلم)

ابو قتادہ کہتے ہیں رسول اللہ نے فرمایا کہ تمہیں خرید و فروخت میں زیادہ قسموں سے بچنا چاہیے۔ کیونکہ ایسا شخص ایک طرف خرچ کرتا ہے تو دوسری طرف مٹا دیتا ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال سمعت رسول اللہ یقول الحلف منفقۃ للسلعۃ ممحقۃ للبرکۃ[۴۴]

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو فرماتے سُنا کہ قسم مال کو چلانے والی اور برکت کو زائل کرنے والی ہے۔

عن ابی ذرؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ثلثۃ لا یکلمھم اللہ یوم القیامۃ ولا ینظر الیھم ولا یزکیھم ولھم عذاب الیم، قال ابوذر خابوا وخسروا من ھم

ابوذر کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا تین شخص ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بات نہ کریگا، نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ان کو گناہوں سے پاک کریگا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ ابوذر نے

---

[۴۱] ایضاً ج ۲ ص ۱۵۴ [۴۲] مشکوٰۃ، کتاب الصلوٰۃ، باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ ج ۱ ص ۲۲ [۴۳] ایضاً، کتاب البیوع، باب المساہلۃ فی المعاملۃ ص ۲۴۳ ۔ [۴۴] ایضاً۔

یا رسول اللہ؟ قال المسبل والمنان و المنفق سلعتہ بالحلف الکاذب۔[۴۵] (رواہ مسلم)

پوچھا، اچھا حضورؐ وہ بدبخت اور نیکی سے محروم کون اشخاص ہیں؟ فرمایا تہبند لٹکانے والا، احسان جتانے والا اور جھوٹی قسمیں کھا کر مال بیچنے والا۔

۳۔ تجارت میں اہم بات پیمانوں کا صحیح رکھنا ہے۔ قرآن پاک نے اسے عدل قرار دیا ہے اور اس میں کمی بیشی کو قرآنِ پاک نے قومِ شعیبؑ کی تباہی کا ایک سبب یہ بھی بتایا ہے کہ وہ ناپ تول میں کمی بیشی کرتی تھی۔ کتابِ مقدس نے اسے یوں بیان کیا۔

اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ[۴۶]

پیمانہ پورا بھرا کرو اور نقصان نہ کیا کرو اور ترازو سیدھی رکھ کر تولا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو اور ملک میں فساد نہ کرتے پھرو۔

سورۂ بنی اسرائیل میں جو اخلاقی نصیحتیں فرمائی گئی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے:

اَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ، ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا[۴۷]

اور جب کوئی چیز ناپ کر دو تو پیمانہ پورا بھرا کرو اور جب تول کر دو تو ترازو سیدھی رکھ کر تولا کرو۔ یہ بہت اچھی بات اور انجام کے لحاظ سے بہت بہتر ہے۔

۴۔ نفع اور افزائشِ مال کا ایسا معاملہ جس میں ایک جانب کا فائدہ دوسری جانب کے یقینی نقصان پر مبنی ہو جیسے جوا، لاٹری اور سٹہ وغیرہ۔ ان تمام طریقوں کو ناجائز قرار دیا۔

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ[۴۸]

بلاشبہ شراب، جوا، بت اور پانسے کار شیطان ہیں پس ان سے بچو تاکہ تم کو فلاح نصیب ہو۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ[۴۹]

یہ لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپ فرما دیجیے کہ ان دونوں باتوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ نفع کا سامان بھی ہے۔

---

[۴۵] ایضاً [۴۶] الشعراء: ۸۱: ۸۲ [۴۷] بنی اسرائیل: ۳۵ - [۴۸] ... [۴۹] البقرۃ: ۲۱۹

۵۔ نفع کا ایسا معاملہ جس میں اضطرار اور مجبوری پائی جائے یا جبری رضا کو حقیقی رضا کے قائم مقام کر دیا ہو مثلاً سود یا مزدور کی کم اجرت۔ آپؐ نے اس طرح کے کاروبار کو ممنوع قرار دیا۔ قرآن پاک میں ہے۔

اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰو [۴۹]	اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال کیا اور سود کو حرام کیا۔
یَمْحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰو وَیُرْبِی الصَّدَقَاتِ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ کُلَّ کَفَّارٍ اَثِیْمٍ [۵۰]	اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کی پرورش کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کافر و بدکار کو پسند نہیں کرتا۔
عن جابرٍ قال لعن رسول اللّٰہ اکل الربٰو وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء [۵۱]	حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے سود کھانے والے، سود دینے والے، سود لکھنے والے اور گواہوں پر لعنت فرمائی اور کہا یہ سب برابر ہیں۔
عن ابی ھریرۃ عن رسول اللّٰہ قال یاتی علی الناس زمان لا یبقی احد الا اکل الربٰو ان لم یاکلہ فاصابہ من بخارہ ویروی من غبارہ [۵۲] (رواہ احمد)	ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا، لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ سوائے سود کھانے والوں کے کوئی باقی نہیں رہے گا، اگر کوئی شخص ہوگا بھی تو اس کو سود کا بخار پہنچے گا اور ایک روایت میں ہے کہ اس کو سود کا غبار پہنچے گا۔
عن علی قال نھی رسول اللّٰہ عن بیع المضطر وعن بیع الغرر وعن بیع الثمرۃ قبل ان تدرک [۵۳]	علی سے مروی ہے کہ رسول اللہ مجبوری کی خرید و فروخت بیع غرر اور پھلوں کو پکنے سے پہلے فروخت کرنے سے منع فرمایا۔

۶۔ ایسا کاروبار جو اسلام کی نگاہ میں معصیت ہو مثلاً شراب، مردار، خنزیر اور بت وغیرہ وہ اشیاء ہیں جن کی خرید و فروخت اسلامی نقطہ سے ممنوع ہیں۔

حُرِّمَتْ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِیْرِ وَمَا اُہِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ [۵۴]	اے مسلمانو تم پر مردار، خون اور خنزیر کا گوشت اور غیر اللہ کے نام کی چیز کو حرام کیا گیا ہے۔

۴۹۔ البقرہ: ۲۷۵ ۵۰۔ البقرہ ۲۷۶ ۵۱۔ مشکوٰۃ المصابیح ۲۴۴ ۵۲۔ ایضاً ۲۴۵، کتاب البیوع۔
۵۳۔ حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۱۱۱ مطبوعہ مصر ۵۴۔ البقرہ: ۱۷۳

عن جابر انه سمع رسول الله ان الله حرم الخمر والمیتة والخنزیر والاصنام[55]

جابرؓ کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے شراب، مُردار، خنزیر اور بُتوں کی خرید و فروخت کو حرام قرار دیا ہے۔

وعنه انه سمع رسول الله یقول عام الفتح وھو بمکة ان الله ورسوله حرم بیع الخمر والمیتة والخنزیر والاصنام فقیل یا رسول الله أرأیت دم المیتة فانها تطلی السفن ویدھن بها الجلود ویستصبح الناس فقال لا ھو حرام ثم قال عند ذالک قاتل الله الیھود ان الله لما حرم شحومها اجملوه ثم باعوه فاکلوا ثمنه[56] (متفق علیه)

جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسولؐ اللہ کو فتح کے سال جب وہ مکہ میں تھے یہ کہتے سُنا کہ اللہ اور اس کے رسول نے شراب، مُردار، سور اور بتوں کا بیچنا حرام قرار دیا ہے سوال کیا کہ مُردار کی چربی کے بارے میں کیا رائے ہے۔ وہ کشتیوں ملی جاتی اور چمڑوں کو اس سے چکنا کیا جاتا ہے اور لوگ اس سے روشنی کرتے ہیں (چراغ جلاتے ہیں)، آپؐ نے فرمایا اس سے نفع اٹھانا جائز نہیں وہ حرام ہے اس کے بعد آپؐ نے فرمایا اللہ یہود پر لعنت کرے جب اللہ تعالیٰ مردار کی چربی کو حرام قرار دیا تو وہ چربی کو پگھلاتے، بیچ ڈالتے اور اس کی قیمت کھا جاتے۔

عن ابی جحیفة ان النبیؐ نهی عن ثمن الدم وثمن الکلب وکسب البغی ولعن آکل الربوٰ وموکله والواشمة والمستوشمة والمصوّر[57]

ابو جحیفہ کہتے ہیں کہ رسولؐ اللہ نے خون کی قیمت کتے کی قیمت اور زنا کار عورت کی کمائی سے منع فرمایا ہے اور سُود کھانے اور سُود دینے والے پر نیز جسم کو گوندھنے اور گدوانے والے اور تصویر بنانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

۷۔ اسی طرح عربوں کے ہاں تجارت میں خرید و فروخت کی بعض صورتیں رائج تھیں جو پسندیدہ نہ تھیں، رسولؐ اللہ نے انہیں ختم کر دیا۔

عن جابر قال نهی رسول الله عن

جابرؓ کہتے ہیں کہ رسولؐ اللہ نے مخابرہ، محاقلہ اور

---

[55] نیل الاوطار، کتاب البیوع، ج ۲ [56] مشکوٰۃ المصابیح، کتاب البیوع فی الکسب الحلال ص ۲۴۱ [57] ایضاً۔

المخابرة والمحاقلة والمزابنة۔ والمحاقلة ان بيع الرجل الزرع بمائة فرقٍ حنطة و المزابنة ان يبيع الثمر فی رؤوس النخل بمائة فرقٍ والمخابرة کراء الارض بالثلث و الربع[۵۸] (رواہ مسلم)

مزابنہ سے منع فرمایا ہے۔ محاقلہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی کھڑی فصل کو سو فرق (پیمانہ) غلہ کے بدلے بیچ دے مزابنہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے درخت کی کھجوروں کو عام کھجوروں سے سو فرق کے عوض بیچ دے اور مخابرہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی زمین کو ایک تہائی یا چوتھائی پیداوار پر بٹائی کے لیے دیدے۔

وعنه قال نهى رسول الله عن المحاقلة والمزابنة والمخابرة والمعاومة و عن الثنايا ورخص فی العرايا[۵۹]

جابر کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے محاقلہ، مزابنہ، مخابرہ، معاومہ اور ثنیا سے منع فرما دیا اور عرایا کی اجازت دے دی۔

عن واثلة بن الاسقع، قال سمعت رسول الله يقول من باع عيبًا لم ينبه لم يزل فی مقت الله او لم تزل الملئكة تلعنه[۶۰]

واثلہ بن الاسقع کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے سنا کہ جو شخص عیب دار چیز کو بیچے اور اس کے عیب کو ظاہر نہ کرے وہ ہمیشہ غضب الٰہی کا شکار رہتا ہے یا فرشتے اس پر ہمیشہ لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔

۸۔ وہ معاملات جن میں جانبین کے درمیان نزاع و مناقشہ کی صورتیں موجود ہوں یا کوئی ایسا پہلو ہو جس میں اختلاف کی گنجائش ہو اس معاملہ کو مشکوک قرار دیا کیونکہ اس میں کسی فریق کو بھی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اور یہ چیز مقصد تجارت کے لیے کسی طرح مناسب نہیں۔

عن ابی هريرة قال نهى رسول الله عن بيعتين فی بيعة[۶۱]

رسول اللہ نے ایک معاملے کو دو معاملے بننے سے منع فرمایا۔

۵۸؎ ایضاً ص ۲۴۶ ۵۹؎ ایضاً۔ معاومت کے معنی یہ ہیں کہ درخت کے پھل کو نمودار ہونے سے پہلے ایک برس یا چند برسوں کیلیے فروخت کر دیا جائے اور ثنیا یہ ہے کہ پھل دار درختوں کو بیچ دیا جائے اور پھلوں کی ایک غیر معین مقدار کو باغ سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔ عرایا وہ درخت جو کسی کو عاریتاً دیا جائے تاکہ وہ اس کا پھل کھائے۔

۶۰؎ ایضاً

۶۱؎ ایضاً

عنه قال نهی رسول اللہ عن بیع وشرط[۶۲]	رسول اللہ نے بیع کے ساتھ شرط لگانے سے منع فرمایا۔
عن حکیم بن حزام قال نہانی رسول اللہ ان ابیع لیس عندی[۶۳]	حکیم بن حزام کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے مجھ کو منع فرمایا ایسی شے کے فروخت کرنے سے جو میری ملکیت نہیں

۹۔ وہ معاملہ جس میں دھوکہ وفریب مضر ہو، مثلاً اچھی چیزوں کے اندر بری چیزیں ملا دی جائیں اور پتہ نہ چلنے دیا جائے یا ایک چیز پر نظر رکھی جائے تاکہ اسے حاصل کرلیں لیکن اسے معاملے میں شامل نہیں کیا، بلکہ کسی اور طریق سے حاصل کرنے کا منصوبہ بنایا۔

عن ابی ھریرۃ قال نھی رسول اللہ عن بیع الحصاۃ وبیع الغرر[۶۴] (مسلم)	رسول اللہ نے دھوکے کے معاملے کو حرام قرار دیا اور کنکر پھینک کر کسی شے کی خریداری کو بھی۔
نھی رسول اللہ عن النجش[۶۵]	رسول اللہ نے نجش سے منع فرمایا۔

۱۰۔ اسی طرح آپ نے احتکار و اکتناز سے منع فرمایا۔ احتکار کے معنی یہ ہیں کہ غلّہ اور دوسری اشیاء محصور و محدود کرلی جائیں اور پورا معاشرہ اس سے استفادہ نہ کرسکے اور اکتناز کے معنی یہ ہیں کہ دولت کے عظیم الشان خزانے افراد کے پاس جمع ہوجائیں اور اس کی تقسیم وگردش کی کوئی سبیل نہ ہو، اسلام نے ان دونوں کے خلاف پابندی عائد کی ہے۔

عن معمر، قال رسول اللہ من احتکر فھو خاطی[۶۶]	معمر کہتے ہیں رسول اللہ نے فرمایا احتکار کرنے والا خطاکار ہے۔
عن عمر، عن النبی قال الجالب مرزوق والمحتکر ملعون[۶۷]	حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ نبیؐ نے فرمایا تاجر کو (خدا کی طرف سے) رزق دیا جاتا ہے اور غلہ کو گرانی کی غرض سے روکنے اور بند کرنے والا ملعون ہے۔
عن ابن عمر، قال قال رسول اللہ من احتکر	ابن عمر کہتے ہیں کہ نبیؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص گرانی کے

---

۶۲ ایضاً ۶۳ ایضاً ۶۴ ایضاً ۶۵ نجش کے معنی رغبت دلانا اور فریب دینا، مثلاً دو شخصوں کے درمیان گفتگو ہو رہی ہے اور تیسرا شخص تعریف کردے تاکہ خریدار کو رغبت دلائے اور اس کا مقصود خریدنا نہ ہو
۶۶ ایضاً باب الاحتکار ص۲۵ ۶۷ ایضاً

طعاماً اربعین یوماً یرید بہ الغلاء فقد بری من اللہ و بری اللہ منہ[68] | خیال سے غلہ کو چالیس دن بند رکھے، اس نے خدا کے عہد کو توڑا اور خدا بھی اس سے بیزار ہو گیا۔

وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَ الْفِضَّۃَ وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ۔ یَوْمَ یُحْمٰی عَلَیْھَا فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ فَتُکْوٰی بِھَا جِبَاھُھُمْ وَ جُنُوْبُھُمْ وَظُھُوْرُھُمْ ط ھٰذَا مَا کَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ فَذُوْقُوْا مَا کُنْتُمْ تَکْنِزُوْنَ۔

رسولِ اکرمؐ نے ان تمام فاسد اور باطل راہوں کو بند کر کے صرف جائز اور پاکیزہ طُرُق تجارت کو رہنے دیا تاکہ اسلامی معاشرے میں غیر صالح اجزاء راہ نہ پا سکیں۔ آنحضرتؐ کا انسانیت پر یہ احسانِ عظیم ہے کہ انہوں نے تجارت کو پاکیزہ کیا اور اسے اخلاقی اور انسانی قدروں سے مالا مال کیا۔ آنحضرتؐ نے قرآن پاک اور اپنے ارشادات سے تجارت کو مقدس ترین مشغلہ قرار دیا۔ اور دولت کو نفع بخشی اور فیض رسانی کا ذریعہ بنایا۔ آج کے تاجران ستھری اصولوں کو اپنا کر اپنی محنت کو رزقِ حلال کا درجہ دے سکتے ہیں اور خود زمرۂ نبییّن، صدّیقین اور شہداء میں شمار ہو سکتے ہیں۔

---

[68] ایضاً